© rasailojaraid.com

ہے۔ مصنف نے اس کا حل متناسب نمایندگی کی بنیاد پر جداگانہ طریقۂ انتخاب تجویز کیا ہے اور اس ضمن میں ڈاکٹر راشد شاز کا نظریہ یہ ہے کہ موجودہ دستورِ ہند ترامیم اور تبدیلی کا متقاضی ہے۔

ایک مضمون میں مصنف نے ہندستان کے بے شمار فرقہ وارانہ فسادات کو قطعی طور پر ریاستی دہشت گردی سے تعبیر کیا ہے، جہاں غیر مسلم بلوائیوں کے ساتھ منظم پولیس اور پیراملٹری فورسز شامل ہوتی ہیں تاکہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ جانی و مالی نقصان پہنچایا جائے اور مقدمات بھی انھی کے خلاف قائم کیے جائیں۔ ان وارداتوں کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مسلمان خوف اور بے بسی کی کیفیت میں مبتلا رہیں اور کچھ سوچنے اور سمجھنے کے قابل نہ رہیں۔

مصنف کا خیال ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کا سا نام رکھ کر کسی غیر اسلامی نظام کے غلبے کے لیے کوشاں ہیں، یا جو موجودہ سیکولر ڈیموکریسی کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہیں، یا جو مسلمانوں کی جدوجہد سے کفار و مشرکین کو اس ملک کا اقتدار سونپنے کے لیے شب و روز متحرک ہیں تو یہ سب کے سب صریح شرک میں مبتلا ہیں۔ اس ملک کی تباہ حالی، وسائل کا اتلاف، معاشی ناہمواریاں، سماجی بے چینی اور ملک میں ہر لمحہ جاری خانہ جنگی کی سی کیفیت آپ سے پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ایک بار پھر اس سرزمین کو آپ کی قیادت کی ضرورت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پالیسی ساز، ملک کے بنیادی مسائل سے توجہ ہٹا کر، ملک کے وسائل کا ایک بڑا حصہ اسلحوں کی تیاری اور نیوکلیائی مادوں کے حصول میں ضائع کر رہے ہیں۔ ملک کے وسائل کو آخر کب تک ہم یوں تباہ و برباد ہوتا ہوا دیکھتے رہیں گے۔ اس ملک کے ۲۰ کروڑ اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ اس وطن عزیز کو ایک صالح قیادت دینے کے لیے اپنی تیاری تیز تر کر دیں۔ اس ضمن میں، کتاب کے آخر میں ملی پارلیمنٹ کے اعلیٰ سطحی اجلاس (نئی دہلی، فروری ۱۹۹۸) میں جاری کردہ منشور دیا گیا ہے جس میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اس وقت تک انتخابات سے لاتعلق رہیں، ووٹ کا استعمال نہ کریں، جب تک ایک اسلامی سیاسی پارٹی کی تشکیل نہیں ہو جاتی اور ایک اسلامی متبادل سامنے نہیں آجاتا۔

مصنف کی تحریر میں ایک انقلابی دعوت کا پیغام ہے۔ کیا عجب کہ اس دعوت کے ذریعے امت میں رجوع الی القرآن کا داعیہ پیدا ہو اور وہ اپنے اندر سے اپنی جملہ کمزوریوں، ضعف ایمان، ضعف کردار، بے عملی، اجتماعی پراگندگی اور لایعنی رسوم کے خاتمے کے لیے کمربستہ ہو جائے۔ بہرحال یہ بے لاگ مضامین نہ صرف ہندستان میں بلکہ جملہ اسلامی دنیا کے لیے بھی غیر معمولی طور پر اہمیت کے حامل اور گہرے غور و فکر کے متقاضی ہیں۔ (انیس احمد اعظمی)

طریقت کی حقیقت، غلام علی۔ ناشر: البدر پبلی کیشنز، اردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۴۰۴۔ قیمت: ۱۳۰ روپے۔

فاضل مصنف نے تصوف اور اس کے متعلقات کا مفصل تجزیہ اور محاکمہ کیا ہے۔ نو ابواب پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشتمل اس کتاب میں' مصنف نے تصوف کی تاریخ' اصلاح نفس اور شریعت' غیر اسلامی عقائد اور اعمال کے اسباب' برعظیم میں تبلیغ اسلام' رسم عرس اور قرآن کریم کی رو سے اولیاء اللہ جیسے عنوانات کے ضمن میں مفصل بحث کی ہے۔ "پیش لفظ" میں رقم طراز ہیں: "اس کتاب میں صوفیا اور فقہا کے باہمی اختلاف کا ذکر بھی ہے اور تصوف کی خرابیوں پر مشہور مذہبی شخصیات کی رائے بھی دی گئی ہے۔ گوشہ نشینی کی حمایت اور مخالفت کے دلائل بھی شامل کیے گئے ہیں" (ص ۱۲)۔

غلام علی صاحب نے تصوف کے بعض مسلمہ عقائد کو غیر اسلامی بتایا ہے۔ مثلاً: نظریۂ وحدت الوجود کو غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے اسے اسلام کی جامعیت کے لیے ضرر رساں ٹھہرایا ہے (ص ۱۱)۔ اس باب میں وہ علامہ اقبالؒ سے متاثر ہیں' کیونکہ علامہ نے بھی امام ابن تیمیہؒ کے زیر اثر فصوص الحکم کے مفاہیم اور مکاشفات کو زندقہ اور الحاد سے تعبیر کیا تھا۔ اگرچہ بعد میں وہ شیخ اکبرؒ کی عظمت اور فضیلت کے قائل ہو گئے تھے (دیکھیے: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ' جاوید نامہ اور ارمغان حجاز)۔ ابتدا میں ابن عربیؒ کی مخالفت کی وجہ غالباً یہ تھی کہ علامہ موصوف نے شیخ کی تصانیف کا براہ راست مطالعہ نہیں کیا تھا۔ ۸/اگست ۱۹۳۳ کو پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے نام لکھتے ہیں: "حضرت شیخ اکبرؒ نے تعلیم حقیقت زمان کے متعلق کیا کہا تھا اور ائمہ متکلمین سے کہاں تک مختلف ہے؟--- "یہ تعلیم شیخ اکبرؒ کی کون کون سی کتب میں پائی جاتی ہے اور کہاں کہاں؟ اس کا مقصود یہ ہے کہ سوال اول کے جواب کی روشنی میں' خود بھی ان مقامات کا مطالعہ کر سکوں"۔

دراصل علامہ اقبالؒ نے ۱۹۰۸ کے قریب قریب امام ابن تیمیہؒ کے توسط سے شیخ کے بارے میں ایک رائے قائم کی اور انؐ کے نظریۂ وحدت الوجود کو ملت اسلامیہ کے زوال اور انحطاط کا باعث قرار دیا۔ حالانکہ ان کے مرشد مولانا رومؒ بھی اسی نظریے کے قائل اور مؤید تھے۔ علامہ اقبالؒ کی توانا اور زوردار شخصیت کے زیر اثر' بعد میں تصوف پر لکھنے والے اکثر و بیشتر مصنفین نظریۂ وحدت الوجود کو غیر اسلامی' عجمی' یونانی اور ہندی تہذیب کے افکار و نظریات کا ملغوبہ بتاتے رہے' حالانکہ شیخ اکبرؒ نہ تو اتحاد کے قائل تھے اور نہ حلول کے' بلکہ ان کے افکار تشبیہ اور تنزیہہ کے معاملات سے بھی پاک اور منزہ ہیں۔ فتوحات مکیہ کی ابتدا میں انھوں نے لکھا ہے کہ: "خدا خواہ کتنا نزول فرمائے' خدا ہے' بندہ خواہ کتنا عروج پا لے' بندہ ہے" (فتوحات مکیہ' جلد اول' مترجم: صائم چشتی' علی برادران' فیصل آباد' ص ۱۷)۔

شیخ اکبرؒ وحدت الوجود کے سب سے بڑے شیخ اور پرچارک بھی تھے۔ یہ نظریہ عجمی تصورات کا مجموعہ نہیں' بلکہ عین اسلامی ہے۔ اسے نہ تو ایرانی "ہمہ اوست" سے کچھ علاقہ ہے اور نہ انگریزی Pantheism سے۔ یہ تصور ہندی افکار (حلول اور اتحاد) سے بھی الگ اپنی پہچان رکھتا ہے اور یونانی تصور احدیت (Monoism) سے بھی اسے کوئی نسبت نہیں۔ پیش نظر کتاب میں وحدت الوجود کے ضمن میں

© rasailojaraid.com